© rasailojaraid.com

ابوالفضل بیہقی

مورّخ اور فارسی نثرنگار کی حیثیت سے

مولوی سید محمد ضیاء الدین شمسی طہرانی لکچرار شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

تاریخ بیہقی کے مصنف کا پورا نام الشیخ ابوالفضل محمد بن الحسین البیہقی الکاتب ہے۔ تذکرہ نگاروں نے "الکاتب" اس لئے لکھا ہے کہ وہ انّیس سال تک غزنوی سلاطین کے دیوانِ رسائل کا میر منشی رہا ہے۔ بیہقی کی ولادت بیہق کے کسی قریہ میں ہوئی۔ سنہ ولادت ۳۸۵ھ ہے۔ نیشاپور میں علوم متداولہ کے اکتساب سے فارغ ہوکر دربار محمودی سے وابستہ ہوگیا۔ شیخ عمید ابونصر بن مشکان سے منشی گری کے اصول و قواعد سیکھے۔ اولاً انھیں کے زیر نگرانی رہ کر اس نے کارہائے انشاپردازی انجام دیے۔ ابونصر مشکان اپنے زمانے کا بڑا فاضل شخص تھا۔ عربی و فارسی میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ چنانچہ تتمۃ الیتیمۃ الدھر ثعالبی میں اس کا ذکر بڑے اہتمام و احترام سے کیا گیا ہے۔ ابوالفضل کے سبکِ نگارش پر اپنے استاد ابونصر مشکان کی گہری چھاپ ہے ابونصر مشکان کی انشاء کے نمونے تاریخ بیہقی، جوامع الحکایات محمد عوفی وغیرہ میں موجود ہیں جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ بیہقی نے اپنے استاد کی مکمل تقلید کی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقامات ابونصر ہمارے پاس نہیں ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ مقامات بدیعی، مقامات حریری مقامات حمیدی کی پیروی میں یہ کتاب بھی ابونصر مشکان کی تصنیف ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ کتاب بیہقی نے اس سے منسوب کردی ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ ابوالفضل بیہقی سے متعلق اب تک کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ براؤن نے تو اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ رضا زادہ شفق نے کچھ زیادہ نہیں لکھا۔ "تاریخ ادبیات ایران" میں جو ایران کی وزارت تعلیم کی زیرنگرانی شائع ہوئی ہے۔ بیہقی سے متعلق بہت سی غلط باتیں درج ہیں۔ بنیادی غلطی تو یہ ہے کہ اس کتاب کو عہد سلجوقی کے نثری کارناموں میں بیان کیا ہے جبکہ اس کا تعلق عہد غزنوی سے ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ بیہقی کا سنہ وفات ۴۷۹ھ درج کیا ہے جبکہ اس کا سنہ وفات ۴۷۰ھ ہے۔ اسی طرح شفق، صفا اور شبلی نعمانی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ تاریخ بیہقی میں ہم عصر شعراء و ادباء کا ذکر ہے۔ ان تینوں نے اس بات کا ذکر بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ تاریخ بیہقی سے جو شخص کماحقہ، واقف ہے وہ جان سکتا ہے کہ بیہقی نے شعرائے عصر کا ذکر کرنے میں خاص التزام سے کام نہیں لیا ہے۔ چند فقرے ابو حنیفہ اسکاف، زینتی علوی اور مسعود رازی کے ایک ایک واقعے کے متعلق اتفاقیہ حوالۂ قلم کر دیے ہیں۔ جہاں تک دوسرے شعراء مثلاً رودکی، دقیقی، لبیبی اور ابوالطیب مصعبی، متنبی اور ابوالعتاھیہ کا تعلق ہے تو ان کے نام اور اشعار صرف آرائش داستان اور زیب مدعا کے لئے استعمال کیے گئے ہیں جن کا اصل تاریخ سے کوئی ربط نہیں ہے۔

بیہقی نے آل غزنین کی تاریخ تیس جلدوں میں لکھی ہے۔ جس کی چند جلدیں اور وہ بھی ناقص جلدیں اب باقی رہ گئی ہیں اور اہم اور مسعود تاریخ [illegible] ہو گئی ہے۔ جو جلدیں باقی رہ گئی ہیں وہ سلطان مسعود کے دور سے متعلق ہیں۔ یہ جلدیں تاریخ مسعودی کے نام سے موسوم اور تاریخ بیہقی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتاب سلطان محمود کے بیٹے فرخ زاد کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت یعنی ۴۳۲ھ میں شروع ہوئی ہے اور کئی سال کے بعد ختم ہوئی ہے۔ اگر یہ پوری کتاب ہم تک پہنچ جاتی تو ہم اس دور سے متعلق تمام تاریخی کتابوں سے بے نیاز ہو جاتے۔ ابوالحسن بیہقی نے ابوالفضل بیہقی سے ایک اور کتاب بھی منسوب کی ہے جس کا نام "زینۃ الکتاب" ہے۔ یہ کتاب فن کتابت و انشاء سے متعلق ہے۔ افسوس ہے کہ امتداد زمانہ کے سبب سے یہ کتاب بھی ہم تک نہ پہنچ سکی۔

اب ہم بحیثیت مورخ بیہقی کی شخصیت پر گفتگو کریں گے۔

(۱) مسلمانوں میں تاریخ نویسی کے متعلق جو فن و فلسفہ ابن خلدون نے اپنے شہرۂ آفاق "مقدمہ" میں پیش کیا ہے بیہقی نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ بیہقی ابن خلدون کے اصول و قواعد کی پیروی میں کس حد تک کامیاب ہے، اس کا مطالعہ اس کی تاریخ سے ہو سکتا ہے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ بیہقی بڑی حد تک فن تاریخ نویسی کے قواعد و ضوابط سے عہدہ برآ ہوا ہے۔

(۲) زبان کی سلاست و دلکشی: مورخ کا سب سے بڑا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ تاریخ میں ایسی زبان استعمال کرے جو دلکش بھی ہو۔ یہ صحیح ہے کہ اس کتاب میں مصنف نے اپنا ذوق عربیت بھی دکھلایا ہے لیکن تاریخ وصاف وغیرہ کی طرح عبارت معلق و کثافت نہیں ہو گئی ہے۔ پڑھنے والے کی دلچسپی باقی رہتی ہے۔

(۳) غیر جانبداری: مورخ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ غیر جانبدار ہو۔ حقائق و واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان نہ کرے۔ بیہقی اس فرض سے بھی بخوبی عہدہ برآ ہوا ہے۔ مطلق العنان سلاطین کے عہد میں راست بازی اور صداقت پسندی کی مورخانہ روایات کو قائم رکھنا بیہقی ہی کا کام تھا۔ "حق گوئی و بیباکی" سے بیہقی نے کہیں دامن نہیں چھڑایا ہے۔ اقبال کی زبان میں وہ کہہ سکتا تھا ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) مورخ کی محققانہ ذمہ داریاں: بیہقی نے اپنے آپ کو ایک "محقق مورخ" کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اُس نے واقعات کے بیان میں حقیقت سے سرِ مو انحراف نہیں کیا ہے۔ اُس نے وقائع کی نقل میں نہایت انصاف اور بڑی چھان بین سے کام لیا ہے۔ بیہقی اپنی حق پسندی کی وجہ سے اپنے زمانے میں محسود بھی رہا ہے اور نتیجۃً قید و بند کی منزلوں سے بھی گزرا ہے۔ اُس نے اُس زمانے کی عام روش کے مطابق کہیں بھی غلو اور مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے معاملات کو جوں کا توں بیان کیا ہے۔ مورخ کی دیانتداری کے فرض کو بیہقی نے سختی سے محسوس کیا ہے اور اس کا جگہ جگہ ثبوت دیا ہے۔

(۵) مورخ کی تمدنی و تہذیبی اطلاعات: فلسفۂ تاریخ کا یہ بھی اہم تقاضا ہے کہ مورخ اس عہد کے تہذیبی و تمدنی حالات کا جائزہ لے جس عہد کی وہ تاریخ لکھ رہا ہے، چنانچہ بیہقی نے اپنے عہد کے رسوم و روایات اور عادات و آداب کا بھی ذکر تفصیل سے کیا ہے اور وہ دوسرے واقعات بھی ہمارے سامنے رکھے ہیں جن کا براہ راست غزنویوں سے کوئی ربط نہیں ہے۔ اُن واقعات و حوادث کے بیان سے جو بظاہر غزنویوں کے دورۂ حکومت سے مربوط نہیں ہیں تاریخ کی اہمیت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اب ہم بحیثیت نویسندہ بیہقی کی شخصیت پر روشنی ڈالیں گے۔

جہاں تک بیہقی کے فن نویسندگی کا تعلق ہے، پہلے کہا جا چکا ہے کہ اس کے سبک (STYLE) پر اس کے استاد ابو نصر مشکان کی گہری چھاپ ہے۔ دراصل بیہقی کا سبک دورۂ اول یعنی سامانی عہد کے سبک سے بہت زیادہ مختلف ہے، اس کا اندازہ لگانے کے لئے مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) اطناب : دورۂ اول کی نثر میں ایجاز کو پیش نظر رکھا جاتا تھا جبکہ بیہقی نے اطناب سے کام لیا ہے۔ اُس نے جابجا طویل جملے استعمال کئے ہیں۔ مترادفات کا استعمال اگرچہ کمیاب ہے لیکن اپنے مطالب کو واضح کرنے کے لئے ایسے الفاظ و عبارات استعمال کیے ہیں جو نثر قدیم میں نہ تھے لیکن اس اطناب سے کسی قسم کی تکلیف و تکلف کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ نثر قدیم کے ایجاز کے مقابلے میں ہم نے اسے اطناب کا نام دیا ہے۔ اصل میں اپنے معانی و مطالب کے جزئیات کو بیان کرنا ہی تاریخ بیہقی کی خصوصیت ہے جو اُس کے محسنات میں سے ہے۔

(۲) توصیف : یہاں توصیف و تعریف سے مراد وہ روش نہیں ہے جسے آجکل ایران میں "منظرہ سازی" کہا جاتا ہے اور نہ اس سے مراد وہ بیانِ حال بطریق شاعرانہ ہے جو بعد میں رائج ہو گیا تھا۔ بلکہ اس سے مراد وہ پے درپے جملے ہیں جو مطالب کو کاملاً واضح کرنے کے لئے استعمال کیے گئے ہیں۔ اور وہ الفاظ و مصطلحات بھی ہیں جو اس دور کے محاورات میں مستعمل تھے۔ بیہقی واقعات کا بیان قاری کو اپنے سامنے موجود سمجھ کر کرتا ہے جس سے واقعات کے تمام اجزاء سامنے آجاتے ہیں اور قاری یہ سمجھتا ہے کہ جیسے بیہقی اس سے مخاطب ہے۔ اس انداز نے قدرے "شعریت" پیدا کر دی ہے۔

(۳) استشہاد و تمثیل : نثر قدیم کے وہ نمونے جو ہم تک پہونچے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مطالب خارجی کا ذکر از قبیل استشہاد بہ اشعار عربی و فارسی اور از قبیل استدلال بہ آیات و حدیث و کلام عرب ان میں نادر و کمیاب ہے ہاں وہ اشعار اور آیاتِ قرآنی جو تاریخ سے مربوط ہیں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً تاریخ بلعمی اور ترجمۂ تفسیر طبری میں ایک شعر بھی بطور استشہاد نہیں درج کیا گیا ہے اور اسی قبیل سے حدود العالم، کتاب الابنیہ، تاریخ گردیزی اور تاریخ سیستان بھی ہیں جن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شعر بھی بعنوان استشہاد درج نہیں ہوا ہے مگر وہ اشعار جو تاریخ یا جزبِ تاریخ سے مربوط ہیں البتہ ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ فقط زیبِ داستاں کے لیے کوئی شعر ان کتابوں میں درج نہیں ہوا ہے لیکن تاریخ بیہقی میں کثرت سے حکایات اور تمثیلات و اشعار درج ہوئے ہیں جن کا مقصد استشہاد اور پند و نصائح کی تبلیغ ہے۔ لیکن واضح رہے کہ تاریخ بیہقی کے بعد جو کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً کلیلہ و دمنہ، مقاماتِ حمیدی اور تاج المآثر وغیرہ اُن میں یہ رنگ حد سے زیادہ ترقی کر گیا ہے۔ گویا تاریخ بیہقی نے اس رنگ کی ابتدا کی ہے۔ دراصل بیہقی نے یہ انداز عربی کی نثر فنی سے لیا ہے جو چوتھی صدی ہجری میں بغداد میں ایجاد ہوا تھا اور جو ایک صدی کے اندر خراسان میں بھی رائج ہو گیا تھا۔ بیہقی نے جا بجا حکایاتِ پیشین کو درج کیا ہے مثلاً حکایات فصل بن ربیع بمناسبت ذکر حسنک ــ اور حکایاتِ نوشیروان و بزرجمہر۔

علاوہ ازیں بیہقی نے کنایات و استعارات کا بھی استعمال کیا ہے مثلاً "سوارانِ نظم و نثر"۔ "میدانِ بلاغت"۔ "مرکب چوبین"۔

تشبیہات و صریح و بکنایہ کا بھی استعمال ہے مثلاً "این دیبای خسروانی کہ پیش گرفتہ ام بنامش زربفت گردانم" اور "دیدار سلطان بر جاہ افتاد و گرگا نیا نرا از روشنائی آں آفتاب فخر و شرف افزود" (ص ۹۰۴)

(۳) عربی نثر کی تقلید: بیہقی نے مندرجہ ذیل امور میں عربی نثر کی تقلید کی ہے:

(۱) بہت سے نئے الفاظ جن کا سامانی دور میں فارسی نثر میں وجود نہ تھا بیہقی نے استعمال کئے ہیں مثلاً عربی الفاظ کی جمع عربی قواعد کی رُو سے جیسے خصما۔ عُرَبا۔ خَدَم۔ قُدَما۔ شرائط، حدود، نُکَت۔ ظُرف۔ اَتباع۔ کتب۔ فصول وغیرہ۔ سامانی عہد میں ان الفاظ کی جمع فارسی قاعدہ سے بنائی جاتی تھی جیسے خصمان، عربان، خادمان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدیمیان، خزلها، حدها، نکتہ ہا، طرفہ ہا، تابعان، کتابہا وغیرہ۔ بیہقی نے کہیں کہیں فارسی جمع بھی استعمال کی ہے مثلاً خصمان، زمامان، مشرفان، قدیمیان الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بیہقی نے اسی طرح عربی مصادر بھی استعمال کیے ہیں جیسے تجمل، تکرم، لجاجت، مناصحت، مغالطہ، بصارت، استصواب، مواضعہ وغیرہ۔ قدیم نثر میں ان کی جگہ بخیلی، کرمی، لجوجی وغیرہ الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً رودکی کہتا ہے ؎

بسا دون بخیلا کرمی بخورد
کرمی بجہاں در پراکنید

(۲) عربی قواعد کے مطابق کلمات منوّن استعمال کیے ہیں جیسے عزیزاً، مکرماً، مخاصمةً، حقاً، ثم حقاً وغیرہ۔ اس طرح کے کلمات قدیم نثر میں جائز نہ تھے۔

(۳) عربی جملے بغیر قصد ارسال مثل خصوصی طور پر بیہقی نے استعمال کیے ہیں اور اس قسم کے جملوں کو جن کا مصنف بیہقی خود ہے فارسی عبارت سے پیوست کردیا ہے (تاریخ بیہقی ص ۸۰ ـ ص ۱۵ ـ ۱۶)۔

(۴) جملہ بندی کی وہ طرز خاص جو عربی سے مخصوص ہے اور جس کا سامانی دور کی نثر میں مطلقاً وجود نہیں ہے بیہقی نے اختیار کی ہے۔ اس طرح کی جملہ بندی سے بیہقی کو بدرجۂ اتم رغبت ہے مثلاً "و تاریخ ہا دیدہ ام بسیار کہ بیش از من کردہ اند پادشاہان گذشتہ را خدمتگاران ایشاں کہ اندر آن زیادت و نقصان کردہ اند و بدان آرائش خواستہ اند"

عربی جملہ بندی کی تقلید میں صریحاً مفعول کا ذکر فعل و فاعل سے پہلے کیا ہے مثلاً "و جدمرا۔ بدانوقت کہ آں پادشاہ بغور رفت و آں امیرازا آنجا فرود آوردند بخانہ پانکین زمین داوری کہ والی آں ناحیت بود۔ امیر محمود فرمود تا بخدمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایشاں قیام نماید" عربی کی تقلید میں فعل کو فاعل و مفعول دونوں پر مقدم کیا ہے جو نثر سامانی میں مروج نہ تھا مثلاً " نمود بیش چشمش دہمت بلند و شجاعتش آں قلعہ و مردان بس چیزی" اس جملے کو بیہقی سے پہلے اور بعد اس طرح بنایا جاتا "بیش چشمش و بیش ہمت بلند و شجاعتش آں قلعہ و مردان بس چیزی نمود" یا مثلاً ایک اور جگہ ایسا ہی جملہ لکھا ہے " امیر نشاط شراب کرد و ننمود بس طربی کہ دلش سخت مشغول بود بچند گونہ منزلت"

(۵) عربی نثر کی تقلید میں مفعول مطلق کا بھی استعمال کیا ہے یہ ایسے مقامات پر ہے جہاں تاکید مراد ہے۔ اس طرح کا استعمال بھی دورۂ اول کی نثر میں نہ تھا مثلاً "بفرمود تا و یرا بزدند زدنی سخت ...." — "امیر بار داد بار دادنی سخت باشکوہ ...." اس طرح کی نظیریں بیہقی کے یہاں بہت زیادہ ہیں۔ فردوسی نے بھی مفعول مطلق کا استعمال کیا ہے جو بقول تذکرہ نویسوں کے عربی الفاظ و قواعد کی تقلید سے احتراز کرتا تھا ؎

بخندید خندیدنی شاہوار
کہ بشنید آوازش از چاہسار

(۶) حذف افعال قرینہ : نثر قدیم میں حذفِ فعل کسی طرح جائز نہ تھا اور ہر جملے میں فعل متعلق کی صراحت ضروری تھی یہاں تک کہ ایک ہی فعل دس بار مکرر آتا تھا۔ بیہقی نے اس طریقے کو بدل دیا اس نے فعل کو قرینۂ اول میں یا جملۂ اول میں ذکر کیا ہے اور متعاطف جملوں میں فعل کو حذف کر دیا ہے مثلاً "خیمہ مسلمانی ملک است و ستون پادشاہ، و طناب و میخہا رعیت، پس چوں نگاہ کردہ آید اصل ستونست و خیمہ بدان بپا ایست و ہر گہ وی سست شد و بیفتاد نہ خیمہ و نہ طناب و نہ میخ" آخری جملے میں تین جگہ فعل "ماند" کو حذف کیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(نہ خیمہ ماند و نہ طناب ماند و نہ بیخ ماند)۔

(۷) جملوں سے حذف قسمت : تکرار سے احتراز کرنے کے لیئے بیہقی نے جملوں سے قسمت کو حذف کر دیا ہے حالانکہ قدیم نثر میں "قسمت" کی تکرار ہوتی تھی۔ مثلاً "بدین قوم کر آنجا رفتند بس توتی ظاہر نگشت چنانکہ خداوند را مقرر است کہ اگر گشتہ بودی بندہ را بتازگی فرستادہ نیامدی" ــــ (ص ۴۸۶) ــــ بیہقی اس جملے کے اخیر میں بجائے "کہ اگر قوتی ظاہر گشتہ بودی" کے صرف "گشتہ بودی" لایا ہے

(۸) افعال کے استعمال میں جدت : مضارع کی جگہ تاکید و تحقق کے لیئے فعل ماضی کا استعمال کیا ہے۔ کبھی فعل ماضی کو بصیغۂ وصفی استعمال کیا ہے۔ نثر قدیم کے برعکس مصدر مرخم کا استعمال بکثرت کیا ہے مثلاً "من فرد البشہر خواہم آمد و بباغ خرمک نزول کرد ....." تاریخ بلعمی میں ایسے موقع پر "کردن و آمدن" استعمال ہوتا ہے۔

(۹) ضمیریں و جمعیں : مثلاً شما کی جگہ شمایان استعمال کی گئی ہے جو آج بھی افغانستان وغیرہ میں رائج ہے۔ شعرائے غزنین نے بھی شما کی جمع شمایان استعمال کی ہے ؎

قوم را گفتم چونید شمایاں بہ نبید
ہمہ گفتند صوالبت صوالبت صواب

عدد و جمع میں صفت و موصوف کی مطابقت اگرچہ طبری وغیرہ میں بھی کبھی کبھی استعمال ہوئی ہے لیکن بیہقی نے اس کا استعمال زیادہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس طرح کی مطابقت کا تصور چھٹی صدی ہجری میں ختم ہو گیا تھا۔ بیہقی نے اپنی کتاب میں اس قسم کی جمع کو ملحوظ رکھا ہے مثلاً "ساقیانِ ماہرو یان" ــــ "الشان سوارانند و من پیادہ" ــــ "گرد بر گرد دار آن فروشہا غلامان بودند با جامہای سقلاطونیہا و بغدادیہا و سپاہانیہا" ــــ بیہقی نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک سے زیادہ عدد کی صورت میں معدد کو عدد پر مقدم کر دیا ہے اور معدود کے آگے یائے نکرہ کا اضافہ کر دیا ہے مثلاً غلامی بیست۔ تنی چند۔ غلامی سیصد خاصہ وغیرہ۔

(۱۰) فارسی کے لغات، افعال، امثال اور اصطلاحات جو اس زمانے میں رائج تھے: تاریخ بیہقی میں فارسی کے بہترین لغات اور شیریں ترین ضرب الامثال استعمال ہوئے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جو اُس دَور کے محاوروں میں شامل تھے۔ نمونے کے طور پر ہم چند پر قناعت کریں گے:

خوازہ گرفتن : طاق نصرت بستن

سیج گرفتن : مشغول شدن سپاہ بکندن سوراخہای در زیر قلعۂ دشمن

بالا دادن : بمعنی بزرگ کردن مطلب و اہمیت دادن بہ کاری

فراکردن : تحریک کردن کسی را

پیش کردن : بمعنی فراکردن و تحریک

فرود رفتن : داخل شدن

روز سوختن : وقت گذرانیدن و تعلل نمودن

دریازیدن : آہنگ کردن و قصد فرمودن

ژکیدن : متغیر شدن

روی داشتن و نداشتن : بمعنی صواب بودن یا نبودن

یکرویہ شدن کار : سروصورت گرفتن کار

برنشستن : سوار شدن بر اسپ

آوردن : بمعنی کردن۔ بیہقی لکھتا ہے (نیک آوردی کہ نیامدی) یعنی خوب کردی کہ نیامدی

دیبہ : بمعنی دیروزی۔ ایک شاعر نے بھی یہ لفظ اس معنی میں استعمال کیا ہے ؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچۂ بط اگرچہ دینہ بود
آب دریاش تا بسینہ بود

دندان نمودن : جلادت و زبردستی بدشمن نشان دادن

بی تیماری : عدم غمخواری

زبون گیری : عاجز کشی یا عاجز شمردن کسی را

(۱۱) لغات عربی کا استعمال : تاریخ بیہقی میں دس فیصدی الفاظ عربی کے ہیں اور باقی فارسی کے۔ عربی لغات کے استعمال میں مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھا گیا ہے : (۱) وہ لغات جن کے فارسی میں ہم معنیٰ الفاظ نہیں ملتے۔ (۲) وہ لغات جو درباری اور علمی حیثیت کے حامل ہیں اور کتب علوم کے واسطے سے ایران میں وارد ہو گئے یا فرامین و احکام میں لکھے جانے لگے (۳) وہ لغات جو فارسی لفظوں کے مقابلے میں زیادہ رواں اور سلیس ہیں۔ (۴) وہ لغات جو ادیبوں اور منشیوں کے واسطے سے فارسی زبان میں وارد ہو گئے۔ ہم چند الفاظ بطور نمونہ درج کرتے ہیں :

ایادی، شغل، شغلِ دل، دلِ مشغول، عہدہ، تضریب، فساد، بابِ بابت، خالی کردن، معتمد، مغالطہ، مواضعہ، حلق، خلقان، جمال، وجیہ، رعونت، بصارت، مکاشفت، جانب، خامل، لجاجت، مشافہہ، استصواب، استحقاق، مغافصہ، محتشم، مستضعف، تبع حث کردن۔ تمویہ و تلبیس، مستحثی، استطلاع، مواہب، مجتاز۔ شریف و وضیع، اغرا، انہا، مسامحت، اعتماد، انتقام، راعی، شحنہ، اعیان، علی رغم۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۱۲) ہندوستانی الفاظ : محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ) نے ہندوستان پر متعدد حملے کیے اور دولت کے علاوہ ہندوستانی لونڈی غلام اس قدر حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے کہ غزنین کے ہر گھر میں ان کی فراوانی ہو گئی۔ محمود کی فوج میں بھی بہت سے ہندستانی تھے۔ اُس کے دربار میں ہندی کا مترجم تلک نامی پنڈت تھا۔ سلطان مسعود کے زمانے میں جو ۴۲۱ھ میں تخت پر بیٹھا تھا اس عہدے پر ایک ہندو بیربل سرفراز تھا۔ سلطان محمود کے دربار میں جہاں عرب و عجم کے ادباء رہتے تھے فضلاء ہند بھی ان کے پہلو بہ پہلو تھے۔ لہٰذا ان تاریخی حقائق کی روشنی میں اگر بیہقی کے قلم سے ہندوستانی الفاظ بھی نکل جائیں تو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ فی الحال ہمیں وقت نہیں جو اس کی تحقیق کریں کہ تاریخ بیہقی میں کتنے ہندوستانی الفاظ آئے ہیں۔ ہم صرف ایک لفظ کی تحقیق کریں گے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

تاریخ بیہقی میں متعدد مقامات پر لفظ "کوتوال" آیا ہے جو دراصل ہندوستانی لفظ ہے "کوٹ والا" ____ بمعنی مالک قلعہ۔ مثلاً ایک جگہ بیہقی لکھتا ہے "..... بوعلی کوتوال و دیگر اعیان و متقدمان بنشستہ بودند وطاعت و بندگی نمودہ و بوعلی کوتوال بگفتہ کہ از برادر ما آن شغل بر نیاید" ____ (ص ۵۶ قزوینی ایڈیشن) یہی لفظ زین الاخبار میں بھی آیا ہے جو ۴۴۲ھ کے قریب لکھی گئی ہے۔ پھر راحت الصدور میں بھی یہ لفظ اسی طرح آیا ہے اور اس ہی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ فارسی سے یہی لفظ عربی میں بھی منتقل ہوا ہے چنانچہ "اخبار الدولۃ السلجوقیہ" جو ۶۲۲ھ کے قریب لکھی گئی ہے اس کے صفحہ ۲۷ پر بھی یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ فردوسی نے بھی اس لفظ کو اسی معنیٰ میں استعمال کیا ہے ؎

چو آگاہ شد کوتوالِ حصار
بر آویخت با رستم نامدار

© rasailojaraid.com